AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

کتاب البیوع کی روشنی میں موجودہ مالیاتی نظام کا جائزہ: ہدایۃ القاری اور نعمۃ الباری کا تقابلی مطالعہ

The current financial system in light of "Kitab al-Buyu" (the Book of Sales), with a comparative study of "Hidayat al-Qari" and "Ni'mat al-Bari"

Sobia Aslam
Ph.D. Scholar, The Islamia University of Bahawalpur. hmsobiaaslamctn@gmail.com
Dr. Hafiz Muhammad Hammad
Assistant Professor, The Islamia University of Bahawalpur.
muhammad.hammad@iub.edu.com

Abstract

This article explores the foundational role of "Kitab al-Buyu" (The Book of Sales) in Islamic jurisprudence, emphasizing how its rulings on economic transactions profoundly impact individual, societal, and state economic and moral systems. Islamic Sharia mandates that commercial activities adhere to a religious, moral, and principled framework, ensuring honesty, transparency, and justice. The article focuses on specific economic issues highlighted in Imam Bukhari's Kitab al-Jami' al-Sahih, such as buying and selling, interest, fraud, hoarding, illegal profiteering, installment sales, loans, and business transparency. It then critically compares the interpretive styles of two prominent commentators: Hafiz Abdul Sattar Hammad (from Hidayat al-Qari) and Allama Ghulam Rasool Saeedi (from Ni'mat al-Bari). Hafiz Hammad prioritizes the hadith text and tradition, while Allama Saeedi offers comprehensive interpretations considering jurisprudential traditions, ijtihad principles, and evolving contexts. The core objective of this comparative study is to assess which interpretive approach is more effective in addressing contemporary complex economic challenges and to provide practical guidance for developing an Islamic alternative to the current financial system.

Key words: *buying and selling, interest, fraud, hoarding, illegal profiteering, installment sales, loans, Islamic jurisprudence, business transparency,Trade*

اس تحقیق کا مقصد اسلامی فقہ کی روشنی میں موجودہ مالیاتی نظام کا تنقیدی جائزہ پیش کرنا ہے۔ اس جائزے کے لیے **ہدایۃ القاری** اور **نعمۃ الباری** جیسی اہم فقہی کتب سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔ اس کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ اسلامی مالیاتی اصولوں اور موجودہ عالمی مالیاتی نظام کے درمیان فرق کو واضح کیا جائے۔

اس تحقیق میں **بیع** (خرید و فروخت) کے اسلامی اصولوں پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہ اصول قرآن و سنت اور فقہ کی مستند کتب سے اخذ کیے گئے ہیں۔

ہدایۃ القاری اور نعمۃ الباری: یہ دونوں کتب حنفی فقہ میں اہم مقام رکھتی ہیں۔ تحقیق میں ان دونوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے تاکہ مالی معاملات سے متعلق مختلف فقہی آراء کو سمجھا جا سکے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مختلف فقہی مکاتب فکر کس طرح مالی مسائل کو دیکھتے ہیں۔

اس تحقیق میں جدید مالیاتی نظام کی مختلف اشکال، اسلامی نظام معیشت اور دیگر معاشی نظاموں کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ سود کی حرمت، تجارت کی حلت اور سرمایہ کاری وغیرہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ موجودہ نظام کے کون سے پہلو اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں اور کن میں اصلاحات کی ضرورت ہے۔ اگرچہ موجودہ مالیاتی نظام میں کچھ ایسے عناصر ہیں جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں، لیکن مجموعی طور پر اس میں سودی نظام اور قیاسی سرمایہ کاری (speculation) جیسے پہلو موجود ہیں جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔

یہ تحقیق نہ صرف اسلامی مالیات کے اصولوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، بلکہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ کس طرح موجودہ نظام کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

کتاب البیوع: مالی معاملات کے بنیادی اصول

کتاب البیوع کا بنیادی مقصد مالی لین دین کو عدل، شفافیت اور رضامندی کے اصولوں پر استوار کرنا ہے۔ یہ سود (ربا)، غرر (غیر یقینی صورتحال)، اور قمار (جوا) جیسے غیر اسلامی عناصر سے بچنے کی تاکید کرتی ہے۔ اس کے اہم اصولوں میں شامل ہیں:

- **رضامندی:** خرید و فروخت دونوں فریقین کی مکمل رضامندی سے ہونی چاہیے۔
- **شفافیت:** معاملہ تمام شرائط و ضوابط کے ساتھ واضح اور شفاف ہونا چاہیے۔
- **ملکیت کا انتقال:** فروخت کی گئی چیز کی ملکیت بیچنے والے سے خریدار کو منتقل ہونی چاہیے۔
- **سود سے اجتناب:** کسی بھی قسم کا سود قطعاً حرام ہے۔
- **غرر اور قمار سے بچاؤ:** ایسا کوئی بھی معاملہ جس میں غیر ضروری غیر یقینی یا جوا کا عنصر شامل ہو، ناجائز ہے۔

کتاب البیوع کے اہم مباحث

1۔ خرید و فروخت کا شرعی جواز

امام بخاری نے کتاب البیوع کا آغاز سورۃ البقرۃ کی آیات، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ 275 ؕ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا سے کیا ہے اور تجارت کا جواز کو کتاب اللہ سے ثابت کیا ہے۔

مفتی عبد الستار کا مؤقف

تجارت کا شرعی جواز ثابت کرنے کے بعد امام بخاری نے سورۃ جمعہ کی آیت:10 سے تجارت کی اباحیت کو ثابت کیا ہے اور آیت 11 سے فریقین کے درمیان معاملہ بیع کے اصول وضوابط ثابت کیے ہیں۔ پہلی آیت میں اللہ کے فضل سے مراد تجارت اور دیگر ذرائع معیشت ہیں ،اہل کتاب عبادت کے دن کسب معیشت کو حرام خیال کرتے تھے اس لیے اللہ تعالی نے ان کی مخالفت میں امت کو عبادت کے دن فراغت کے بعد اسے مباح قرار دیا ہے۔ دوسری آیت خرید وفروخت کا جائز اور حلال ہونا فریقین کی باہم رضامند سے مشروط کر دیا ہے۔ حدیث نبوی ہے:

”خرید وفروخت باہمی رضامندی ہی سے جائز ہے“ [1] ۔

مفتی حماد کے مطابق اس حدیث سے تجارت کے اصول سامنے آئے ہیں جن میں ،باہمی رضامندی، معاہدہ بیع کے وقت فریقین کا فیصلہ میں آزاد ہونا، معاہدہ کے ہر پہلو اور نتائج سے آگاہ ہونا، فریقین کو حتمی آمادگی نہ ہونے کی صورت میں معاہدہ سے پیچھے ہٹنے (رجوع) کا حق حاصل ہونا شامل ہیں [2] "

قریش کا پیشہ تجارت تھا اور اہل مدینہ بیشتر کاشت کار تھے ،جب مہاجرین مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انھوں نے اپنے آبائی پیشہ تجارت ہی کو زیادہ پسند کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس پیشے پر برقرار رکھا۔ آپ نے ان کے لیے بہترین اصول اور ہدایات کے ذریعے تجارت میں ہر ممکن ترقی کے لیے رغبت دلائی ہے۔ جس وجہ سے انصار و مہاجرین نے تیزی سے ترقی فرمائی یہاں تک وہ میدان تجارت میں ایک نمونہ بن گئے۔

علامہ غلام رسول سعیدی کا مؤقف

علامہ غلام رسول سعیدی نے اسلامی نظام معیشت اور دیگر معاشی نظاموں کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ علامہ سعیدی کے مطابق بیع اور شرائع کی حدود وقیود اسلام کا نظام معیشت ہے۔ اس وقت دنیا میں اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت قائم ہیں ،اشتراکیت اب عملی طور پر دنیا کے چند ملکوں میں رائج ہے اسلامی نظام معیشت میں اشتراکیت کی طرح کسی کی ملکیت کو بزور چھین لینا اور سرمایہ دارانہ نظام کی طرح بغیر حدود وقیود کے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے ،اسلام نے تجارت اور زراعت میں نفع کے حصول کے لئے حدود وقیود عائد کی ہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے قران پاک میں تجارت کو مباح قرار دیا ہے اور تجارت کے ذریعے سے فضل تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔

تقابلی جائزہ:

حافظ عبد السّتار حمّاد نے ترجمۃ الباب کی شرح میں احادیث نبوی ﷺ بیان کی ہیں اور تجارت کے بنیادی اصول "باہمی رضامندی" پر بات کی ہے ،اور دیگر اصول تجارت بیان کیے ہیں مفتی حماد نے معاہدۂ بیع میں عدم رضامندی کو سود ،جوّا، رشوت میں پائی جانے والی عدم رضامندی جیسا قرار دیا ہے، جبکہ علامہ غلام رسول سعیدی نے اسلامی نظام معیشت اور سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام معیشت کی حدود وقیود پر بات کی ہے۔

2۔ مشتبہ امور اوران سے بچنے کا حکم

باب الحَلاَلُ بَيِّنٌ، وَالحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ

حافظ عبد الستار حماد کا مؤقف

مشتبہات کی تعریف: حافظ عبد الستار کے مطابق، مشتبہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی حدیں حلال اور حرام دونوں سے ملنے کی بنا پر کچھ لوگ ان کی حلت وحرمت کا فیصلہ نہ کر سکیں۔ فی نفسہ یہ چیزیں مشتبہ نہیں ہوتیں کیونکہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے دین کے بنیادی احکام واضح کر دیے ہیں۔ مفتی حماد نے وضاحت کی کہ پرہیز گاری کا تقاضا یہ ہے کہ انسان شک وشبہ والی چیزوں سے بھی دور رہے۔ حافظ حماد نے حدیث میں بیان شدہ احکام کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

- جس کے کرنے پر نص اور ترک پر وعید ہو، اس کا تعلق حلال بین سے ہے۔
- جس کے ترک کرنے پر نص اور کرنے پر وعید ہو، یہ حرام بین سے متعلق ہے۔
- جس کے کرنے یا نہ کرنے پر کوئی نص یا وعید نہ ہو۔[3]

شبہات کی تفسیر: شبہات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے باب لانے کا مقصد یہ ہے کہ مشتبہ چیزوں کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان کیا جائے، تاکہ ان سے بچنے کے لیے انہیں پہچانا جا سکے۔[4]

شبہ کی وضاحت: شبہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت وحرمت یا طہارت ونجاست کے دلائل یکساں ہوں اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کا تقاضا ہے کہ ان اشیاء سے پرہیز کیا جائے۔

مشتبہ اشیاء سے پرہیز: حدیث کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب میں واپس اپنے گھر جاتا ہوں تو اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھتا ہوں، میں اسے کھانے کے لیے اٹھالیتا ہوں، پھر میں ڈرتا ہوں کہ مبادا صدقے کی ہو، اس لیے اسے پھینک دیتا ہوں"۔[5]

شارحین کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تورع اور پرہیز گاری کی وجہ سے اس کھجور کو کھانے سے اجتناب کیا۔

وسوسہ اور مشتبہ امر: مفتی حماد لکھتے ہیں کہ: وسوسہ یہ ہے کہ ہر چیز کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنا، اور حرام ہونے کا گمان کرنا۔ اس قسم کے وسوسون کی پیروی جائز نہیں۔ مثال کے طور پہ ایک شخص کو دوران نماز وضو ٹوٹنے کا وسوسہ اتا ہے رسول اللہ ﷺ سے جب اس بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "طہارت کا یقین محض شک سے ختم نہیں ہوتا بلکہ حدث کا یقین ہو تو وضو باطل ہوتا ہے"۔ دلیل سے جب تک کسی چیز کی نجاست یا حرمت معلوم ہو جائے تو اس بازرہنا چاہیے محض وسوسوں کی بناء پہ کسی چیز کو ناپاک خیال کرنا صحیح نہیں۔ باب میں بیان کردہ احادیث سے ثابت ہوا کہ شک وشبہ والی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔[6]

علامہ غلام رسول سعیدی کا مؤقف

مشتبہات کی تعریف: علامہ غلام رسول سعیدی نے مشتبہات کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مختلف مثال دی ہے کہ مشتبہ وہ چیز ہوتی ہے جو ایک پہلو سے حلال ہو اور دوسرے پہلو سے حرام۔ جیسے کسی رشوت خور کے گھر کا کھانا: اگر وہ تنخواہ کی آمدنی سے پکا ہوا ہو تو حلال ہے، لیکن اگر رشوت کی آمدنی سے پکا ہو تو حرام ہے علامہ سعیدی نے مزید وضاحت کی کہ مشتبہات میں ایسے مسائل بھی شامل ہیں جن میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو، جیسے کہ مچھلی کے علاوہ دیگر سمندری جانور۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہیں، جبکہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک وہ حلال ہیں۔ 7

شبہات کی تفسیر: علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ علامی خطابی کے نزدیک مشتبہ وہ چیز ہے جو ایک وجہ سے حلال کے مشابہ اور دوسری وجہ سے حرام کے مشابہ ہو۔ حلال بین وہ ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی ہے اور حرام بین وہ ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اس کی نہیں ہے

،اور مشتبہ وہ چیز ہے جس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ وہ اس کی ہے یا نہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ مشتبہ چیز سے اجتناب کیا جائے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد کیا ہے کہ "اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے، سچائی دل کو مطمئن کرتی ہے، اور جھوٹ دل کو بے قرار کرتا اور شک میں مبتلا کرتا ہے"[8]

تقابلی جائزہ:

حافظ عبد الستار حماد نے مشتبہات کو عمومی اصول کے طور پر بیان کیا ہے، جن کی حدود حلال اور حرام کے درمیان ہوتی ہیں، اور ان سے دور رہنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ حافظ عبد الستار حماد نے پرہیز گاری کو زیادہ جامع اور عمومی انداز میں بیان کیا ہے، یعنی ہر قسم کی مشکوک چیزوں سے بچنا چاہیے تاکہ انسان حرام میں ملوث نہ ہو۔ حافظ عبد الستار حماد نے مشتبہات کی وضاحت میں زیادہ فقہی اختلافات کا ذکر نہیں کیا۔ حافظ حماد کی شرح زیادہ عمومی اور اصولی ہے، جہاں انہوں نے بیوع اور دیگر معاملات میں مشتبہات کا ذکر کیا۔

3۔ تجارت اور سود

باب : قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً}[9]

اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ اے ایمان والو! سود در سود مت کھاؤ۔

مفتی حافظ عبد الستار حماد کی شرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے امت کو خبر دار کر دیا ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے جب سود کی وبا عام ہو جائے گی اور اس سے محفوظ رہنا بہت ہی دشوار ہو گا۔[10]

رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: (گناہ میں) یہ سب برابر ہیں۔[11] جب اللہ نے سود کو حرام قرار دیا ہے تو اس وعید کے بعد ایک مسلمان کا کام ہے خواہ اسے سود اور تجارت میں فرق سمجھ آئے یا نہ آئے وہ اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

سود اور تجارت میں فرق: سود اور تجارت میں فرق یہ ہے کہ تجارت میں منافع کے ساتھ ساتھ نقصان کی خدشہ برابر موجود ہوتا ہے جبکہ سود میں ایک طے شدہ شرح کے مطابق منافع یقینی ہوتا ہے۔ سود خور کو صرف مفاد سے غرض ہوتی ہے، البتہ تجارت میں مروت، ہمدردی اور مل جل کر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سورۃ بقرۃ کی آخری آیات سود کی حرمت سے متعلق ہیں اور اس سودی کاروبار کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ قرار دیا گیا ہے۔[12]

باب: "مُوكِلِ الرِّبَا" کی شرح میں آیات کا ترجمہ کیا ہے اور حدیث میں بیان کیے گئے چھ (6) احکامات کا ذکر کیا ہے مفتی حماد کے نزدیک سود کا نفع اگرچہ کھانے والے کو حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ میں دونوں برابر شریک ہیں اور ان پہ لعنت کی گئی ہے۔

سود اور صدقہ میں فرق :باب : " يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ " کی شرح میں مفتی حماد نے لکھا ہے کہ ضروریات سے زائد رقم اللہ کا فضل ہے، اسے صدقہ یا قرض دینا اللہ کی شکر گزاری ہے اور سود پہ قرض دینا بد عملی اور گناہ ہے حدیث کی شرح میں ہے کہ سودی سے کاروبار سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ بظاہر سود لینے سے رقم میں اضافہ ہوتا ہے لیکن آخرت میں نقصان ہوتا ہے۔ سود کے لین دین سے معاشی بحران پیدا ہونے کی صورت میں معاشرے میں طبقاتی کشمکش شروع ہو جاتی ہے جس کے نتائج بہت ہلاکت خیز ہو سکتے ہیں۔[13]

علامہ غلام رسول سعیدی کی شرح

علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ اس باب میں سود کی ممانعت ہے اور بڑھا چڑھا کر سود کھانے سے منع کیا گیا ہے، جاہلیت کے ادوار میں قرض کی مدت پوری ہونے پہ مقروض، قرض اور سود کو ادا کرتا، ورنی قرض خواہ مدت میں اجانے کے ساتھ ہی سود میں بھی اضافہ کر دیتا، پھر مقروض کو دگنا چوگنا سود ادا کرنا پڑتا، اللہ تعالیٰ نے اس سود کو ترک نی کرنے پہ عذاب کی وعید سنائی ہے۔[14]

سود اور صدقہ میں فرق :باب : " يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ "کی شرح میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت ختم کر کے مال کو ہلاک کر دیتا ہے، بظاہر سودی مال بڑھتا ہے اور صدقہ سے کمی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ صدقات کو بڑھاتا ہے، قیامت کے دن صدقہ دینے والے دیکھے گا کہ اس کا مال احد پہاڑ کے برابر ہو گا اور سودی کاروبار والا اپنے صدقے کو مٹا ہوا دیکھے گا۔

تقابلی جائزہ

مفتی عبدالستار کے نزدیک سود سے متعلق احادیث کا مقصد امت کو آنیوالے وقت میں اس وبا کے عام ہونے اور اس سے محفوظ رہنے کی بابت خبردار کرنا ہے، سورۂ بقرہ کے آخر میں قرض تحریر کرتے اور خرید و فروخت کے وقت گواہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ناجائز تجارت، یعنی سودی معاملات کو لکھنا اور اس کے متعلق گواہی دینا جائز نہیں، اسی مقصد کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ مفتی حماد نے تفصیل کے ساتھ سود اور تجارت میں فرق بیان کیا ہے، ان کے مطابق تجارت کو اللہ نے فضل کی تلاش کہا ہے، اور سود کو حرام قرار دیا ہے سود کی حرمت پہ تمام علماء کا اتفاق ہے اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور یہ ایک کبیرہ گناہ ہے۔ عصر حاضر میں جبکہ یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے اس سے بچنا بہت دشوار ہوتا جا رہا ہے۔ سود کی وجہ سے کاروبار میں بے برکتی کو مثال سے واضح کیا ہے اور صدقہ کی اہمیت بیان کی ہے مفتی حماد کے نزدیک سودی کاروبار سے معاشی بحران پیدا ہوتا ہے اور فتنہ و فساد جنم لیتا ہے۔

تنقیدی جائزہ:

مفتی عبدالستار حماد نے قرآن و سنت سے مثالیں دے کر سود کی حرمت اور تجارت کی حلت بیان کی ہے سود کو حرام اور باعث فتنہ ثابت کیا ہے اور س کے معاشی و معاشرتی اثرات پہ تفصیلاً بحث کی ہے۔ سود کے وقتی نفع اور آخرت میں سود خوروں کے انجام کو بیان کیا ہے اور سود کے مقابل صدقہ کو عام کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ سود کے دنیاوی و اخروی اثرات بیان کیے ہیں اور صدقہ کے باعث اللہ کی شکر گزاری اور اجر و ثواب

4۔ تجارت میں نرم مزاجی اور وسعتِ قلبی: دورِ حاضر کے تناظر میں شرعی اُصول

باب :"لسُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالبَيْعِ " (خرید و فروخت کے وقت نرمی، وسعت اور فیاضی کرنا)

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔

حافظ عبدالستار حماد کا مؤقف

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے حافظ عبدالستار حماد فرماتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو فروخت کرتے، خریدتے، حقوق کا تقاضا اور ان کی ادائیگی کے وقت خوش دلی اختیار کرتا ہے۔[15]

باب : " مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا " کی شرح میں مفتی حماد لکھتے ہیں:

مال دار قرض دار سے بھی در گزر والا معاملہ کرنا چاہیے۔ سختی کی بجائے مزید مہلت طلب کرنے پہ خوش دلی کے ساتھ اسے مہلت دی جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انتہائی مہربان ہے۔ وہ معمولی سی نیکی کے عوض بہت بڑے گناہ گار کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ اچھی نیت سے نیکی کرنے والا انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خسارے میں نہیں رہتا۔ کچھ لوگوں کے نزدیک مال دار کو مہلت دینا ظلم کا ساتھ دینا ہے، امام بخاری نے اس موقف کی تردید فرمائی اور ثابت کیا ہے کہ مال دار کو مہلت دینے میں اجر ملے گا۔ بہر حال عرف عام میں جو بھی مال دار ہو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک اور اچھے برتاؤ سے پیش آنا چاہیے۔[16]

باب : " مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا "کی شرح میں بیان کیا ہے: قرآن کریم میں ہے:(ترجمہ) اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینا لازم ہے اور اور اگر تم اس پر صدقہ کر دو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔"[17]

لہٰذا غریب اور نادار آدمی کو حالات درست ہونے تک مزید مہلت دی جائے یا اس کا قرض بالکل معاف کر دیا جائے۔

علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف

مندرجہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو نرمی پسند ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے، جب کہ درشتی سے ایسے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں جو امن و امان کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ لوگوں میں زیادہ جھگڑے لین دین کے معاملات میں ہوتے ہیں، جب ایک شخص کی غلطی کو دوسرا برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور فریقین میں سے ہر ایک اپنا فائدہ مد نظر رکھتا ہے، اس لیے ان معاملات میں تحمل و برداشت کی ضرورت زیادہ ہے۔ بیچنے میں نرمی یہ ہے کہ قیمت میں مناسب رعایت دی جائے، ادھار لینے والے کو مہلت دی جائے، اگر خریدار نامناسب حد تک رعائت طلب کرے تو جھگڑنے کی بجائے نرمی سے معذرت کر لی جائے۔ اگر وہ خریدی ہوئی چیز واپس کرنا چاہے تو واپس لے لی جائے۔ تقاضا میں نرمی کا مطلب ہے دوسرے کے جائز عذر کو تسلیم کرتے ہوئے مناسب مہلت دینا۔ اور مطالبہ کرتے ہوئے اس کی عزت نفس کا خیال کرنا اور تلخ کلامی یا گالی گلوچ سے پرہیز کرنا۔18

باب : " مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا "کی شرح میں علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

اس باب میں مال دار کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، مالدار کی تین اقسام بیان کی ہیں ☆ جس پہ زکوٰۃ واجب ہو ☆ جو شخص عید اور قربانی کے دن صاحب نصاب ہو ☆ جو تندرست ہو اور اس پہ سوال کرنا حرام ہو۔

حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر انسان حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ نیکی کرے تو اللہ اس کی بہت قلیل نیکی کے بدلے اسے بخش دیتا ہے۔

تقابلی جائزہ

مفتی عبد الستار حماد اور علامہ غلام رسول سعیدی نے حدیث کی شرح میں خرید و فروخت کے دوران نرمی اور خوش اخلاقی کی اہمیت بیان کی ہے۔ دونوں علماء نے اس حدیث سے مختلف نتائج اخذ کیے ہیں اور نرمی و خوش دلی کے فوائد کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا ہے۔

لین دین میں تحمل و برداشت مولانا سعیدی نے لین دین کے معاملات میں نرمی کی مختلف صورتوں کا ذکر کیا، جیسے قیمت میں رعایت دینا، ادھار لینے والے کو مہلت دینا، خریدار کی درخواست پر بغیر جھگڑے کے رعایت دینا، اور خریدی ہوئی چیز واپس کرنے کی صورت میں خوش دلی سے واپس لینا۔ انہوں نے وضاحت کی کہ جب حقوق کا تقاضا کیا جائے تو اس میں بھی نرمی ہونی چاہیے، یعنی عذر قبول کرنا، مہلت دینا، اور تقاضا کرتے وقت دوسرے کی عزت نفس کا خیال رکھنا۔ سخت کلامی یا گالی گلوچ سے پرہیز کرنے کی تلقین کی۔

دونوں علماء نے حدیث کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ حافظ عبد الستار حماد نے نرمی اور خوش دلی کے روحانی اور اخروی فوائد پر زور دیا، جبکہ علامہ غلام رسول سعیدی نے نرمی کی معاشرتی اہمیت اور اس کے عملی فوائد پر روشنی ڈالی۔

5۔ تجارت کے اخلاقی اصول وضوابط

حافظ عبد الستار حماد کا موقف

باب: "إِذَا بَيَّنَ البَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا " (جب خرید وفروخت کرنے والے دونوں وضاحت کر دیں، کچھ نہ چھپائیں، اور خیر خواہی کریں) کی شرح میں مفتی حماد بیان کرتے ہیں کہ فروخت کرنے والے کو لازم ہے وہ اپنی چیز کے متعلق مکمل معلومات فراہم کرے، خریدار سے دھوکہ اور فریب نہ کرے اس کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ فروخت کرنے والا اور خریدار اگر سچ بولیں، فروخت کردہ چیز اور قیمت میں کسی قسم کا ابہام یا پوشیدگی نہ رکھیں تو ان کی بیع منافع بخش ہوگی بصورت دیگر برکت ختم ہو جائے گی، سچائی اور ہر معاملے کی وضاحت حصول برکت کی شرط ہے جھوٹ اور ابہام سے برکت ختم ہو جائے گی۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک نے صداقت اور اظہار کا معاملہ کیا لیکن دوسرے نے جھوٹ اور کتمان سے کام لیا تو کیا برکت حاصل ہوگی یا نہیں؟ حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صداقت اور وضاحت کرنے والے کو اللہ سے اجر و ثواب ملے گا اور جھوٹ بولنے والا قیامت کے دن عتاب و سزا کا حقدار ہو گا۔[19]

باب: " مَا يُكْرَهُ مِنَ الحَلِفِ فِي البَيْعِ "(خرید وفروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے) کی شرح میں بیان کرتے ہیں کہ جو تاجر اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے جھوٹی قسم اٹھاتا ہے وہ انتہائی نقصان میں ہے۔ قرآنی آیت کے مطابق ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ہم کلام نہیں ہوگا، نہ ان کی طرف نظر رحمت ہی سے دیکھے گا، نیز انھیں گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

باب:"يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ "(اپنے بھائی کی بیع پہ بیع نہ کرے)

مفتی حماد شرح میں لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں بھاؤ پر بھاؤ لگانے کا ذکر نہیں ہے، البتہ صحیح بخاری، کتاب الشروط میں کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "کوئی آدمی اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے"۔[20]

ان احادیث میں خرید وفروخت کے متعلق یہ احکام بیان ہوئے ہیں ☆کسی دوسرے کی خرید وفروخت میں مداخلت کرنا، ☆دیہاتی لوگ جو اپنی اشیاء اہل شہر سے سستے داموں فروخت کر جاتے ہیں، ان سے کوئی شہری کہے کہ تم اسے فروخت نہ کرو بلکہ میرے پاس رکھ جاؤ، میں اسے مہنگے دام فروخت کروں گا۔ ☆کچھ لوگ بھاؤ چڑھانے کے لیے بولی دیتے ہیں لیکن ان کی نیت کچھ بھی خریدنے کی نہیں ہوتی، ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے، البتہ نیلامی میں لینے کی نیت سے بڑھ چڑھ کو بولی دی جاسکتی ہے۔[21]

باب: " النَّجْشِ، وَمَنْ قَالَ: لاَ يَجُوزُ ذَلِكَ البَيْعُ "(دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھانا، اور بعض نے کہا یہ بیع ہی جائز نہیں) مفتی حماد اس باب کی وضاحت میں فرماتے ہیں: اس کا معنی ہے کہ کوئی شخص دھوکہ دینے اور اکسانے کے لیے قیمت زیادہ لگائے حالانکہ اس کا خریدنے کا ارادہ نہیں، بائع اس کی موافقت کرتا ہے اس لیے دونوں شریک گناہ ہونگے۔[22]

علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف

باب: "إِذَا بَيَّنَ البَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا " (جب خرید وفروخت کرنے والے دونوں وضاحت کر دیں، کچھ نہ چھپائیں، اور خیر خواہی کریں)

اس باب کی شرح میں علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ جب بیچنے والا جس چیز کو وہ بیچ رہا ہے اس کے عیب بیان کر دے اور خریدار جو قیمت دے رہا ہے اس قیمت میں پائی جانے والی کمی یا نقص کو بیان کر دے تو اس صورت میں ان کی خرید و فروخت میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا" : جو کوئی عیب دار چیز بیچے اور اس کے عیب کو بیان نہ کرے، تو وہ برابر اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہے گا، اور فرشتے اس پر برابر لعنت کرتے رہیں گے "۔ [23]

باب : " مَا يُكْرَهُ مِنَ الحَلِفِ فِي البَيْعِ "(سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے)

علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا مکروہ ہے خواہ سچی قسم کھائی ہو یا جھوٹی قسم۔ اگر سچی قسم کھائی ہے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر قسم جھوٹی ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ قسم کی ممانعت ثابت کرنے کے لیے علامہ سعیدی نے موافق روایات بیان کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ خرید و فروخت کرتے وقت قسم کھانے سے منع کیا گیا ہے۔[24]

باب:"يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ "(اپنے بھائی کی بیع پہ بیع نہ کرے)

علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ اس باب میں یہ بیان ہوا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پہ بیع نہ کرے نہ ہی کوئی شخص یہ کہے کہ میں تمہیں کم قیمت پر فروخت کرتا ہوں تم اس بیع کو منسوخ کر دو اور نہ ہی کوئی خریدار یہ کہے کہ میں تم سے یہ چیز زیادہ قیمت میں خرید لوں تم اس بیع کو فسخ کر دو خریدار اور بائع جب ایک قیمت پہ اتفاق کر لیں تو یہ جائز نہیں ہے۔

جب معلوم ہو جائے کہ بیچنے والا کسی خریدار کے بھاؤ پہ یا اس کے ہاتھ پر بیع کے لیے راضی ہو گیا ہے تو کسی دوسرے شخص کے لیے قیمت کی پیشکش کرنا یا کہنا کہ وہ اسے زیادہ قیمت پر فروخت کر دے جائز نہیں ہے۔ [25]

باب : " النَّجْشِ، وَمَنْ قَالَ: لاَ يَجُوزُ ذَلِكَ البَيْعُ "(دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھانا، اور بعض نے کہا یہ بیع ہی جائز نہیں) علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک یہ بیع ناجائز ہے نجش کا معنیٰ قیمت بڑھانا ہے اہل ظاہر کے مطابق نجش کے لیے جو بیع ہو گی اسے منسوخ کر دیا جائے گا کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے امام مالک کے نزدیک خریدار کو بیع کے فسخ کا اختیار دیا جائے گا جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک نجش کی وجہ سے بیع صحیح ہے کیونکہ اس کی قیمت میں دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے خریدار پہ لازم تھا کہ وہ قیمت کی حفاظت کرتا یا کسی سمجھ دار شخص کو ساتھ رکھتا۔ ان تمام اقوال میں سے صحیح قول امام مالک کا ہے ۔ [26]

تقابلی جائزہ

مفتی عبد الستار حماد اور علامہ غلام رسول سعیدی دونوں نے صحیح بخاری کی شرح میں کتاب البیوع کے تحت تجارت کے اخلاقی اصولوں پر مفصل گفتگو کی ہے۔ دونوں محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی تجارت کی بنیاد سچائی، وضاحت، امانت داری، اور خیر خواہی پر قائم ہے، اور جھوٹ، فریب، قسم اور دھوکہ جیسے عناصر تجارت سے برکت ختم کر دیتے ہیں۔

اسی طرح جھوٹی قسم کھانے کو دونوں شارحین حرام اور برکت کو زائل کرنے والا عمل قرار دیتے ہیں۔ مفتی حماد قرآن کی آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص تجارت میں جھوٹ بول کر قسم کھاتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا، جبکہ علامہ سعیدی نے فقہی درجہ بندی کے تحت جھوٹی قسم کو "تحریمی" اور سچی قسم کو "تنزیہی" مکروہ قرار دیا ہے، اور اس کے نتیجے میں آخرت کی ہلاکت سے خبردار کیا۔ اسی طرح بیع میں فریب اور دھوکہ دہی کو دونوں شارحین ناجائز اور ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

بیع نجش، یعنی مصنوعی طور پر قیمت بڑھانے، کے بارے میں دونوں شارحین متفق ہیں کہ یہ عمل ناجائز ہے۔ مفتی حماد نے اسے گناہِ کبیرہ قرار دیا اور بتایا کہ بیچنے والا اور مصنوعی بولی لگانے والا دونوں گناہگار ہوں گے، جبکہ سعیدی صاحب نے امام شافعی، امام ابو حنیفہ، اور دیگر فقہا کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بعض کے نزدیک اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح "لا یبیع علی بیع اخیہ "یعنی اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنا بھی ناجائز ہے۔ مفتی حماد نے اسے موجودہ مارکیٹنگ حربوں سے جوڑ کر واضح کیا کہ دوسروں کے طے شدہ سودوں میں مداخلت کرنا فساد اور حسد کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ سعیدی صاحب نے اس پر سنت سے دلائل دیتے ہوئے بیع کی صحت کے اصول بیان کیے۔

علامہ سعیدی کی شرح زیادہ تر احادیث کی تعبیر، روایتی فقہی تشریحات اور اخلاقی ترغیب پر مشتمل ہے، جبکہ مفتی حماد کی شرح میں جدید مالیاتی مسائل، عملی مثالیں، اور معاصر مالی چالاکیوں پر تنقید نمایاں ہے۔ دونوں کے انداز مختلف ضرور ہیں، مگر ان کا مقصد، تجارت کو جھوٹ، فریب، حسد، دھوکہ اور خیانت سے پاک کر کے اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ہے۔

6۔ قبضہ سے قبل سامان کی فروخت

باب: "بَیعِ الطَّعَامِ قَبْلَ اَنْ یُقْبَضَ، وَبَیعِ مَا لَیْسَ عِنْدَکَ" (غلے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو بیچنا جو تیرے پاس موجود نہیں)۔

حضرت عباسؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے جس چیز سے منع فرمایا وہ غلہ ہے جسے قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق ہر چیز کا یہی حکم ہے (کہ اسے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت نہیں کرنا چاہیے)

مذکورہ احادیث میں خریدی ہوئی چیز کو قبضے میں لینے سے قبل آگے فروخت کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے کیونکہ جو چیز پاس موجود نہ ہو اسے فروخت کرنا قبضے سے پہلے فروخت کے مترادف ہے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے: انھوں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور وہ مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، میں اس کا سودا کرلیتا ہوں اور اسے وہ چیز بازار سے خرید کر دے دیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "جو چیز تمھارے پاس موجود نہ ہو اسے فروخت نہ کرو"۔[27]

اس سے واضح ہوا کہ ایسی چیز جو فروخت کے وقت بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو اس کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سودے کو ایسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا جہاں اسے خریدا گیا ہو یہاں تک کے لوگ اسے اپنے ٹھکانوں میں لے جائیں۔[28]

بہر حال خریدی ہوئی چیز غلہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز، قبضے سے پہلے اسے آگے فروخت کرنا منع ہے۔ مثال کے طور پہ، کھل بنولہ خرید کر اسے کارخانے ہی میں رہنے دیا جاتا ہے۔ قیمت ادا کر کے مالک سے پرچی لے لی جاتی ہے، پھر اس پرچی کو آگے فروخت کر دیا جاتا ہے ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے۔[29]

باب : " مَنْ رَأَى: إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا، أَنْ لاَ يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالأَدَبِ فِي ذَلِكَ "

اس عنوان کی شرح میں مفتی حماد لکھتے ہیں: قبضے میں کرنے کا مطلب ہے اگر خریدی ہوئی چیز ہاتھ میں پکڑی جاسکتی ہو جیسا کہ درہم ودینار یا بازار کا سودا سلف وغیرہ تو اسے ہاتھ میں لینے سے قبضہ مکمل ہو جاتا ہے۔ غیر منقولہ جائیداد کا قبضہ یہ ہے کہ مالک اس سے دست بردار ہو جائے، مثلاً: زمین یا باغ کو مالک، خریدار کے حوالے کر دے اور منقولہ اشیاء کا قبضہ یہ ہے کہ خریدار اسے ایسی جگہ منتقل کر دے جہاں مالک کا عمل دخل نہ ہو جیسا کہ غلہ اور حیوان کی خرید و فروخت کے وقت ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک اگر بیع کو ماپ تول کے بعد مالک کے پاس ہی

رہنے دیا جائے تو اسے شرعی قبضہ نہیں کہا جائے گا جب تک کہ خریدار اسے دوسری جگہ منتقل کر دے۔احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خریدی ہوئی چیز،خواہ ماپ تول کر لی جائے یا اندازے سے قبضے سے قبل فروخت کرنا درست نہیں۔جبکہ امام مالکؒ کے مطابق ماپ تول کے بغیر صرف اندازے سے خریدی ہوئی چیز کو قبضے سے قبل فروخت کیا جا سکتا ہے۔[30]

علامہ غلام رسول سعیدی کا مؤقف

باب : "بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ"(غلے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو بیچنا جو تیرے پاس موجود نہیں)

اس باب کی شرح میں علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ کسی چیز پہ قبضہ سے پہلے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے اور جو چیز پاس موجود نہ ہو اس کی فروخت بھی جائز نہیں ۔حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے "کہ رسول اللہ نے مجھے اس منع فرمایا کہ میں وہ چیز فروخت کروں جو میرے پاس موجود نہیں "۔[31]

اکثر علماء کے نزدیک آدمی کا اس چیز کو بیچنا مکروہ ہے جو اس کے پاس موجود نہیں ۔[32]

قبضہ کے بغیر سامان بیچنے کے بارے میں فقہاء کی آراء بیان کی ہیں :امام شافعیؒ کے نزدیک قبضہ اور ناپ تول سے قبل فروخت ممنوع ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے مطابق غیر منقول اور ناپ تول والی اشیاء قبضہ سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایک قول کے مطابق زمین کی قبضہ سے پہلے فروخت جائز ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک کھانے پینے والی اشیاء اور غلہ کی قبضہ سے پہلے فروخت منع ہے اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے ۔[33]

باب : " مَنْ رَأَى: إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا، أَنْ لاَ يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالأَدَبِ فِي ذَلِكَ "

کی شرح میں علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ مذکورہ احادیث میں قبضہ سے قبل فروخت کو سختی سے منع کیا گیا ہے اس بناء پہ بعض لوگ اسٹاک ایکسچینج میں شیئرز کی خرید وفروخت کو ناجائز کہتے ہیں ۔علامہ سعیدی فرماتے ہیں اسٹاک ایکسچینج میں کاروبار کی دو اقسام ہیں : قانونی کاروبار جسے کاروبار عامہ کہتے ہیں اور دوسرا غیر قانونی کاروبار جسے مستقبل کی تجارت کہتے ہیں جس میں مصنوعی طور پہ قیمت بڑھادی جاتی ہے عرف عام میں اس کو سٹہ کہا جاتا ہے ۔[34]

حصص کی جائز صورتیں بیان کی ہیں اسٹاک ایکسچینج میں مستقل ممبران کے ذریعے خرید وفروخت کی جاتی ہے فرد کی مرضی کے مطابق کمپیوٹر میں شئیرز کی خرید وفروخت کا اندراج ہوتا ہے جو مادی قبضہ کے حکم میں ہے لہذا اس کاروبار پہ بیع قبل القبض کا اعتراض نہیں ہو گا اس لیے یہ خرید وفروخت ناجائز نہیں ہے شئیرز کی خرید وفروخت جو مستقبل کے اعتبار سے ہوتی ہے جو غیر قانونی ہے۔نہ تو کسی کے پاس شیئرز مادی طور پہ موجود ہوتے ہیں اور نہ ہی کمپیوٹر میں اندارج ہوتا ہے محض زبانی کلامی بذریعہ فون ان کی خرید وفروخت ہوتی رہتی ہے جو کہ غیر قانونی اور ناجائز ہے کیونکہ حصص یا مبیع پہ نہ مادی قبضہ ہوتا ہے نہ حکمی قبضہ ہوتا ہے یہ واضح طور پہ بیع قبل القبض ہے اور شرعاً جائز نہیں ہے۔جو کمپنیاں سودی کاروبار کرتی ہیں ان کے شیئرز خریدنا جائز نہیں ہے۔جو کمپنیاں بینک سے سودی قرض لے کر کاروبار کرتی ہیں ان کے شیئرز خریدنا مکروہ تنزیہی ہو گا اس لیے ان کے ساتھ کاروبار جائز نہیں ہے۔[35]

تقابلی جائزہ

مفتی عبدالستار حماد کے مطابق قبضے سے قبل کسی چیز کی فروخت شرعاً ناجائز ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں ایسی بیع سے منع فرمایا ہے جس پر فروخت کنندہ کو قبضہ نہ ہو۔ مفتی صاحب نے منقولہ اور غیر منقولہ اشیاء کے شرعی قبضے کی مختلف صورتیں بھی بیان کی ہیں، مثلاً منقولہ اشیاء جیسے غلہ، حیوان، یا بازار کا سودا، ہاتھ میں لینے یا ماپ تول کے بعد خریدار کو حوالے کرنے سے شرعی قبضہ مکمل ہوتا ہے، جبکہ غیر منقولہ جائیداد جیسے زمین یا باغ کے معاملے میں مالک کا عملی طور پر دستبردار ہونا ضروری ہے۔ ان کے نزدیک کسی چیز کو ماپ تول کے بغیر یا صرف رسید پر فروخت کرنا شرعی قبضے کے بغیر بیع ہے اور اس پر حاکم وقت کی مداخلت بھی واجب ہے تاکہ مارکیٹ میں عدل و شفافیت قائم رہ سکے۔

علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف بھی یہی ہے کہ بغیر قبضے کے چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ انہوں نے بھی حکیم بن حزامؓ کی حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ "بیع قبل القبض" مکروہ تحریمی یا ناجائز ہے۔ انہوں نے فقہاء کے اقوال کا تقابل بھی کیا ہے، جس میں امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا موقف قبضے کے بغیر فروخت کو ناجائز قرار دیتا ہے، جبکہ امام مالکؒ بعض مخصوص حالات میں اس کی اجازت دیتے ہیں۔ علامہ سعیدی نے اس ضمن میں جدید مالیاتی طریقہ ہائے کار جیسے "شیئر مارکیٹ" اور "فیوچر ٹریڈنگ" کو بھی زیر بحث لایا ہے اور انہیں غیر شرعی اور سٹے بازی کے مترادف قرار دیا ہے۔

7۔ جانوروں کی خرید و فروخت: اخلاقی حدود اور فقہی رہنمائی

مفتی عبدالستار حماد کی شرح

باب: "شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالحُمُرِ "(چوپایہ جانوروں اور گھوڑوں، گدھوں کی خریداری کا بیان)

اس عنوان سے امام بخاری نے ثابت کیا ہے کہ جانوروں کی خرید و فروخت جائز ہے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں بیان کردہ طویل حدیث سے دو مسئلے ثابت کیے ہیں: ☆ چوپاؤں اور گدھوں وغیرہ کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں۔ آدمی خواہ کتنا ہی بڑا ہو، خدمت گزار اور نوکر چاکر ہونے کے باوجود اسے اپنی ضروریات خریدنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس پہ عمل کرنا ہی باعث خیر و برکت ہے۔ ☆ ایجاب و قبول سے بیع پختہ ہو جاتی ہے۔ خریدار کا خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری نہیں جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اس کی صراحت ہے، اگرچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ فروخت کرتے وقت یہ شرط طے کر لی تھی کہ مدینہ پہنچنے تک میں اس پر سواری کروں گا جیسا کہ ایک دوسری روایت میں اس کی صراحت ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کرتے وقت کوئی شرط لگائی جاسکتی ہے اور مالک سے از خود بیع کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔[36]

باب: " شِرَاءِ الإِبِلِ الهِيمِ، أَوِ الأَجْرَبِ الهَائِمُ: المُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ" (بیمار یا خارشی اونٹ خریدنا) کی شرح میں مفتی حماد فرماتے ہیں کہ بیوپاریوں کو چاہیے کہ وہ خریداروں کو اپنے جانوروں کے عیوب بتا دیں، اور ہرگز دھوکا بازی نہ کریں، اس حدیث سے عیب دار چیز کی خرید و فروخت کا بھی ثبوت ملتا ہے بشرطیکہ بیچنے والا اس کی وضاحت کر دے اور لینے والا اسے قبول کر لے۔ اگر کوئی سوداگر بھول چوک سے عیب دار مال فروخت کر دے تو ضروری ہے کہ اس کے بعد گاہک کے پاس جا کر اس کی معذرت کرے اور اس کی مرضی پر معاملہ چھوڑ دے۔ یہ اس کی شرافت و دیانت کی دلیل ہوگی۔ گاہک کا درگزر کرنا، اسے معاف کر دینا اور معاملہ برقرار رکھنا اس کی فراخ دلی کی علامت ہے۔ اس عمل سے خرید و فروخت میں خیر و برکت پیدا ہوگی۔[37]

مولانا غلام رسول سعیدی کی شرح

باب :"شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالحُمُرِ"(چوپایہ جانوروں اور گھوڑوں، گدھوں کی خریداری کا بیان)

علامہ سعیدی نے اس باب کی وضاحت یوں بیان کی ہے: باب کے عنوان میں "دوابّ" کا ذکر ہے جو"دابۃ" کی جمع ہے اور جو حیوان زمین پہ چلے اسے دابۃ کہتے ہیں عرف عام میں یہ لفظ چوپاہ کے لیے خاص ہے۔[38]

تحت الباب حدیث کی شرح کرتے ہوئے مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اس باب کے تحت مذکور حدیث حدیثِ جابر کے نام سے معروف ہے۔ اس کے بہت سے طرق ہیں، سودا کرتے ہوئے اگر ایسی شرط لگائی جائے جو مقصودِ عقد کے منافی نہ ہو تو اس صورت میں بیع اور شرط جائز ہوگی، خواہ اس شرط سے خریدنے یا بیچنے والے کو اضافی فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ جس شخص کے پاس کوئی چیز ہو اس سے اس چیز کا سودا کرنا جائز ہے، نیز یہ حدیث سفر میں سودا کرنے کے جواز پر بھی دلالت کرتی ہے اور یہ کہ خرید و فروخت کے وقت، خریدار چیز کی قیمت بتا سکتا ہے کہ میں تمھاری چیز اتنی رقم میں خریدوں گا، یا تم مجھے اپنی فلاں چیز اتنی رقم کے عوض دے دو، اسی طرح سودا پکا ہونے سے پہلے، بیع) سودے (کی قیمت کم و بیش کرنے، کرانے کی بابت بحث کرنا درست ہے، البتہ یہ ناجائز ہے کہ کسی چیز کی قیمت، جائز حدود سے کم کرانے کے لیے اپنا اثر و رسوخ اور منصب و اختیار استعمال کیا جائے اور مالک کو نقصان پہنچایا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بھی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کرتے ہوئے، ذاتی ضرورت کے باوجود اونٹ آپ کو بیچ دیا۔ اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق کا اثبات بھی ہوتا ہے۔ آپ نے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ صرف یہ کہ طے شدہ قیمت سے قیراط زیادہ دیا بلکہ وہ اونٹ بھی واپس کر دیا۔[39]

باب :" شِرَاءِ الإِبِلِ الهِيمِ، أَوِ الأَجْرَبِ الهَائِمُ: المُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ" (بیمار یا خارشی اونٹ خریدنا)

اس باب کی شرح میں علامہ سعیدی نے "ھائم" کے معنی بیان کیے کہ ھایم کا معنیٰ ہے میانہ روی کی مخالفت کرنے والا اور ھیم وہ اونٹ ہے جو پیاس کی بیماری کی وجہ سے مسلسل پانی پیتا رہتا ہے اور اسی بیماری سے مر جاتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر خریدار رضامند ہو تو عیب دار جانور بیچنا جائز ہے، اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عیب والی چیز خریدنا اور بیچنا جائز ہے جب بیچنے والے نے خریدار کو اس چیز کے عیب سے آگاہ کر دیا تو یہ بیع میں وہ دھوکہ نہیں ہے جو ممنوع ہے۔[40]

تقابلی جائزہ

مفتی عبدالستار حماد اور علامہ غلام رسول سعیدی نے جانوروں کی خرید و فروخت سے متعلق احادیث کی روشنی میں تفصیلی اور علمی تجزیہ پیش کیا، مگر دونوں کے اندازِ فکر اور نکات میں بعض تقابلی پہلو نمایاں ہیں۔

مفتی عبدالستار حماد کی شرح زیادہ تر عملی احتیاط، امانت داری اور خرید و فروخت کے وقت عیوب کو ظاہر کرتی ہے۔ ان کے نزدیک اگر بیچنے والا جانور کے کسی عیب کو چھپاتا ہے اور بعد میں وہ عیب ظاہر ہو جائے تو خریدار کو اختیار حاصل ہے کہ وہ سودا منسوخ کر دے۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے موضوع کا فقہی تجزیہ کیا ہے انہوں نے جانوروں کے عیوب، بیماریوں (جیسے "ھائم" اونٹ کی بیماری)، اور خریدار کی رضامندی کے ساتھ عیب دار جانور فروخت کرنے کی شرائط کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک عیب دار جانور فروخت کرنا اس وقت جائز ہے جب بیچنے والا خریدار کو صاف طور پر اس عیب سے آگاہ کرے۔

مفتی عبد الستار حماد نے جانوروں کی خرید و فروخت کے اخلاقی اور عملی پہلوؤں پر زیادہ زور دیا، جبکہ علامہ سعیدی نے اسی موضوع کو فقہی اصولوں، عقد کی شرائط، اور عیوب کی نوعیت جیسے نکات کے ذریعے زیادہ گہرائی اور وسعت سے پیش کیا۔ دونوں نے بیع میں شفافیت، صداقت، امانت و دیانت، اور عیب کے اظہار کو اصولی طور پر تسلیم کیا، مگر علامہ سعیدی کا تجزیہ دائرۂ فقہ میں زیادہ عالمانہ اور تفصیلی ہے۔

دونوں علماء نے تاہم تنقیدی اعتبار سے دیکھا جائے تو مفتی عبد الستار حماد کا تجزیہ سادہ اور انداز تربیتی و اصلاحی ہے،، جبکہ علامہ سعیدی کا کام جامع مگر قدرے پیچیدہ ہے۔ عصر حاضر میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان دونوں جہتوں کو ملا کر ایک ایسا متوازن بیانیہ تیار کیا جائے جو شریعت کی روح کے مطابق ہو اور جدید قانونی، تجارتی اور معاشی تقاضوں کو بھی ساتھ لے کر چلے۔

8۔ پھلوں کی خرید و فروخت کے شرعی ضوابط

باب: "بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا" (پھلوں کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے ان کو بیچنا)۔

صلاحیت ظاہر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ پھلوں کی ترشی اور سختی جاتی رہے اور ان میں مٹھاس اور نرمی آ جائے، پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے اور ان کے قابل انتفاع ہونے سے پہلے خرید و فروخت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن ابی یعلی اور امام ثوری کے ہاں یہ مطلق طور پر ناجائز ہے، احناف کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ پھلوں کے وجود سے پہلے خرید و فروخت کرنا ممنوع ہے اس لیے وہ اسے جائز کہتے ہیں۔ کثرت نزاع کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک پھل قابل انتفاع نہ ہو اسے فروخت نہ کیا جائے تاکہ جھگڑا وغیرہ نہ ہو"۔ مفتی حماد نے واضح کیا ہے کہ دمان پھلوں کی بیماری ہے جس سے پھل سیاہ ہو جاتے تھے۔ مراض ایک آسمانی آفت ہے جس کے آنے سے پھل تباہ ہو جاتا تھا۔ قشام بھی ایک بیماری ہے جس سے پھل پکنے سے پہلے ہی گر جاتا تھا۔ جب ایسی آفتوں اور بیماریوں سے پھل محفوظ ہو جائے تو پھر اس کی خرید و فروخت کی اجازت ہے۔

مفتی حماد حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ قابل منافع ہونے سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت کرنا پہلے تو بطور صلاح و مشورہ تھا اس کے بعد قطعی طور پر اس سے منع کر دیا گیا۔ ایسا کرنا فروخت کرنے والے کے لیے اس لیے ناجائز ہے کہ وہ اپنے بھائی کا مال باطل طریقے سے نہ کھائے۔ اور خریدار کو اس لیے منع کیا گیا کہ اپنے مال کو ضائع کرنے اور فروخت کرنے والے کے لیے باطل طریقے سے مال کھانے کا ذریعہ نہ بنے۔ اگر درخت فروخت کرنے کے لیے پھلوں کے پکنے کا انتظار ضروری نہیں کیونکہ درختوں کی خرید و فروخت میں یہ پابندی نہیں ہے۔[41]

باب: "إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ" (اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی پھل بیچے پھر ان پر کوئی آفت آئی تو وہ نقصان بیچنے والے کو بھرنا پڑے گا)

اگر پختگی سے قبل پھلوں کی خرید و فروخت درست نہیں، تاہم اگر کوئی پختگی سے پہلے ان کی خرید و فروخت کرتا ہے تو ایسا کرنے سے بیع کا معاملہ درست ہو گا لیکن آفت آ جانے (بیماری لگنے) کی صورت میں اس کا تاوان بیچنے والے کے ذمے ہو گا، یعنی فروخت کرنے والے کو خریدار کی کل رقم واپس کرنی ہو گی۔ بعض فقہاء (جن کی صراحت نہیں کی گئی) کے مطابق ایک تہائی سے کم نقصان کا لحاظ نہیں ہو گا، ایک تہائی سے زیادہ نقصان کی صورت میں تلافی کی جائے گی جو بیچنے والے کے ذمے ہے۔[42]

حدیث کے مطابق پھلوں کی پختگی سے پہلے اگر باغ فروخت کیا گیا تو فروخت کرنے والا اس صورت میں نقصان کا ذمہ دار ہو گا جب کوئی آفت آ جائے اور باغ تباہ کر دے۔ اگر کوئی نقصان نہ ہوا اور پھل صحیح طور پر تیار ہو گیا تو بیع صحیح ہو گی۔ اس تفصیل کے باوجود ہمارا رجحان یہ

ہے کہ پھلوں کی پختگی سے پہلے سودا نہ کیا جائے کیونکہ احادیث کے ظاہر الفاظ کا یہی تقاضا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔[43]

علامہ غلام رسول سعیدی کا مؤقف

باب : "بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا"(پھلوں کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے ان کو بیچنا)

علامہ سعیدی باب کی شرح میں لکھتے ہیں: فقہاء کے مابین اس مسئلے میں اختلاف ہے، ابن ابی یعلی اور امام ثوری کے نزدیک پھلوں کے پکنے سے پہلے ان کی خرید و فروخت مطلقاً جائز نہیں ہے۔ یزید بن ابی حبیب کے نزدیک یہ جائز ہے۔ امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق اگر پھل درخت سے کاٹنے کی شرط پہ بیع کی گئی تو یہ جائز ہے ورنہ یہ بیع باطل ہے۔ اور فقہاء احناف کہتے ہیں کہ اگر پھل درخت پہ باقی رکھنے کی شرط نہیں رکھی گئی تو یہ بیع جائز ہے۔

امام بخاری کے نزدیک پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: کہ " نبی ﷺ نے پھلوں کو روخت کرنے سے منع کیا یہاں تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر ہو جائے، جب آپ سے ان کے پکنے کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپؐ فرماتے: جب وہ قدرتی آفت سے بچ جائیں" اور حدیث میں بیان ہوا ہے کہ اس وقت تک درختوں پہ پھلوں کی فروخت نہ کرو جب تک ان کا پکنا ظاہر نہ ہو جائے۔[44]

باب: "إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ"(اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی پھل بیچے پھر ان پر کوئی آفت آئی تو وہ نقصان بیچنے والے کو بھرنا پڑے گا)

باب کی شرح میں لکھتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت اور اہل مدینہ کے مطابق قدرتی آفات سے پھلوں کو جو نقصان پہنچے اس کا ذمہ دار بیچنے والا ہے۔ امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد کا متفقہ قول ہے کہ ایک تہائی سے کم نقصان کا ذمہ دار خریدار ہے اور اگر ایک تہائی یا چوتھائی حصہ کو نقصان پہنچے تو بائع ذمہ دار ہو گا۔ جمہور فقہاء کے نزدیک خریدار کے قبضہ کرنے کے بعد ہونے والے نقصان کا ذمہ خریدنے والے پہ ہو گا، جب کہ قبضہ سے پہلے ہونے والے نقصان کا ذمہ دار بائع ہو گا۔[45]

تقابلی جائزہ

مفتی عبدالستار حماد کا موقف سادہ، واضح اور عام فہم ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پھلوں کو ان کی مکمل صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا شرعاً ممنوع ہے، کیونکہ اس سے دھوکہ، تنازع اور باطل طریقے سے مال خوری جیسے اخلاقی و مالی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ حدیث کے مفہوم کو ایک عملی اور اخلاقی اصول کی صورت میں پیش کرتے ہیں، اور اس پر بھی زور دیتے ہیں کہ اگر پھل ضائع ہو جائیں یا بیماری کا شکار ہو جائیں تو بیچنے والا تاوان کا ذمہ دار ہو گا۔ ان کی گفتگو کا مرکزی نکتہ "نفع کا حقدار وہی ہے جو نقصان برداشت کرنے کو تیار ہو" کی اصولی روح پر مبنی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی کا انداز تحقیقی اور فقہی ہے۔ انہوں نے پھلوں کی فروخت سے متعلق احادیث نقل کرتے ہوئے شرح میں مختلف مذاہب (مثلاً امام شافعی، امام مالک، امام احمد، احناف وغیرہ) کے اختلافات اور دلائل کو تفصیل سے پیش کیا۔ ان کے مطابق اگر پھل درخت پر رہنے کی شرط کے ساتھ فروخت کیا جائے تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ بیع جائز ہے، جبکہ بعض اسے باطل قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے نقصان کی صورت میں تاوان کی مقدار (جیسے ایک تہائی یا چوتھائی) کا بھی مفصل ذکر کیا اور یہ بتایا کہ کس صورت میں بیچنے والا یا خریدار تاوان کا ذمہ دار ہو گا۔ ان کا انداز علمی طبقے کے لیے تو موزوں ہے، تاہم عام قاری کے لیے کچھ مقامات پر فہم طلب ہو سکتا ہے۔

تقابلی طور پر دیکھا جائے تو مفتی حماد کی شرح تربیتی اور اصلاحی ہے، جس میں عملیت اور وضاحت نمایاں ہے، جبکہ علامہ سعیدی کی شرح تحقیقی، فقہی اور اصولی ہے، جو اجتہاد، مذاہبِ اربعہ کی آراء، اور بیع کی ساخت جیسے موضوعات کو گہرائی سے بیان کرتی ہے۔ دونوں کا مقصد شرعی اصولوں کی وضاحت اور غیر یقینی بیع سے بچاؤ ہے، لیکن پیشکش کی سطح اور علمی وسعت کے لحاظ سے علامہ غلام رسول سعیدی کا تجزیہ زیادہ جامع اور فقہی بنیادوں پر استوار ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیق میں **کتاب البیوع** کے اہم مباحث کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، جس میں قرآن و سنت کی روشنی میں تجارت کے شرعی اصولوں، اخلاقی ضوابط اور جدید مالیاتی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ یہ تحقیق دو بڑے فقہی و محدثانہ مکاتب فکر، یعنی **مفتی عبدالستار حماد** اور **علامہ غلام رسول سعیدی** کی آراء کا تقابلی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس تحقیق میں سات اہم نکات پر بحث کی گئی ہے اور ہر نکتے پر دونوں علماء کی آراء کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں خرید و فروخت کا شرعی جواز، مشتبہ امور اور ان سے بچنے کا حکم، تجارت اور سود، تجارت میں نرمی اور وسعتِ قلبی، تجارت کے اخلاقی اُصول، قبضہ سے قبل سامان کی فروخت، جانوروں کی خرید و فروخت شامل ہیں۔

مفتی عبدالستار حماد کی شرح کا انداز زیادہ تر **عمومی اور اصولی** ہے، جس میں انہوں نے احادیث کو جدید دور کے مسائل اور معاشی بحرانوں سے جوڑ کر پیش کیا ہے۔ اس کے برعکس، علامہ غلام رسول سعیدی کی شرح میں **فقہی اور تقابلی** پہلو نمایاں ہیں، جہاں وہ مختلف فقہاء کی آراء اور دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ دونوں کی آراء کا مقصد ایک ہی ہے: اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے مطابق تجارت کو جھوٹ، فریب اور خیانت سے پاک کر کے معاشرے میں عدل اور شفافیت قائم کرنا۔

حوالہ جات

[1] ۔ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، حدیث 2185

[2] ۔ حماد، عبدالستار، مفتی، ہدایۃ القاری، شرح صحیح بخاری، لاہور، مکتبہ دارالسلام، 4/ 41۔

[3] ۔ عبدالستار حماد، ہدایہ القاری، حدیث نمبر: 2059

[4] ۔ عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری، 1/ 50

[5] ۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللقطۃ، حدیث: 2432

[6] ۔ عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری، 4/ 55

[7] ۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، نعمۃ الباری شرح البخاری، اردو 4/ 578

[8] ۔ الترمذی، السنن، کتاب الصفۃ القیامۃ، حدیث: 2518

[9] ۔ آل عمران: 130

[10] ۔ عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری، 4/ 74

[11] ۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، حدیث: 4093

[12] ۔ عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری، 4/ 75

[13] ۔ عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری، 4/ 78

[14] -غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری،4/619

15-النسائی، السنن، البیوع، حدیث:4700

[16] -ایضاً، /69

[17] -البقرۃ:280

18-غلام رسول، نعمۃ الباری،4/610

[19] - عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری،4/71-72

[20] -البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشروط، حدیث:2727

[21] -عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری،4/122-123

[22] -ایضاً،4/124

[23] - ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، حدیث:2247۔ نعمۃ الباری،4 /613

[24] -ایضاً،4/627-628

[25] -غلام رسول، نعمۃ الباری،4/ 705

[26] -ایضاً،4/ 709

[27] -احمد بن حنبل، المسند:3/402

[28] - الحاکم، المستدرک:40/2

[29] - عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری،4/119

[30] - عبدالستار حماد، ایضاً،4/120

[31] -الترمذی، السنن، کتاب البیوع، حدیث:1237

[32] -غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری،4/ 695 -696

[33] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری، ایضاً4/ 681

[34] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری، ایضاً،4/698

[35] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری،4/697-699

[36] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری،4/ 87

[37] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری، ایضاً،4/89

[38] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری، ایضاً،4/639

[39] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری، ایضاً،4/ 641 -643

[40] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری، ایضاً،4/ 645

[41] -عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری،4/158

[42] - عبدالستار حماد، ہدایۃ القاری،4/161

[43] -مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، حدیث:3975

[44] -غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری،4/749

[45] - غلام رسول سعیدی، نعمۃ الباری،4/752